پاکستان میں مزدوروں کی صورتحال اور اسلامی فلسفۂ اقتصاد کے تناظر میں اس کا حل

The (Miserable) Condition of Laborers in Pakistan and its Solution with Respect to Philosophy of Islamic Economics

محمد شاہد حسین مظہری*
ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی**

Abstract

The most difficult and hard-working class in our society is employees and workers, who play a pivotal role for the development and progress of any industry, organization and institution through their non-stop struggle with zeal and passion.

Islam gives a respectful status to employees and laborers in the society. Hazrat Muhammad ﷺ declared hard worker as a friend of Allah Almighty and asked to pay their wages before they being released. Islam has given the respect and status to the workers and the laborer which is not given by any other ideology in the world. Unfortunately, the concept of Islam which can be a peaceful and progressive catalyst for the humanity of the entire world has been put aside and workers are being treated worse than animals. As a result, an alarming distance amongst rich and poor sections of community is increasing with the passage of time which may cause anxiety over whole World. Pakistan is also included in the list of those countries where workers are facing numerous problems. Now, it is necessary to highlight the main issues of workers and solution should be explored according to the philosophy of Islamic economy. This research highlights the main issues of workers in Pakistan and solutions have been proposed according to philosophy of Islamic economy.

This article got the conclusion that laborer in Pakistan is suffering from various problems and the Islamic philosophy of economics is an ensemble that can offer the best solution. Pakistan is a developing and industrial country and due to the Islamic Republic, the importance of the employees and workers goes on. Government authorities who make the policies are obliged to consult with experts of Islamic economist. In the light of their suggestions, they should make the policies which could improve the condition of others.

Keywords: *Labor, Economic philosophy of Islam, Problem*

---

* پی ایچ۔ڈی سکالر شعبہ علوم اسلامیہ، نمل اسلام آباد
** لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ، نمل اسلام آباد

انسانی محنت و مشقت چاہے جسمانی ہو جس طرح مزدور، کسان، لوہار، وغیرہ کرتے ہیں، یا محنت دماغ اور سوچ کی ہو جیسے استاد، پروفیسر اور کلرک وغیرہ کرتے ہیں، دونوں محنتیں اسلام کی نظر میں نہ صرف جائز ہیں بلکہ اسلام ان لوگوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو پسینہ بہا کر اپنی روزی روٹی کماتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو دوسروں کے سہارے جینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ دینِ اسلام جو مقام مزدور کو دیتا ہے اس مقام و مرتبہ کو آج کا جدید معاشرہ تصور میں بھی نہیں لا سکتا۔ اسلام نے مزدور کو مقام و مرتبہ مساویانہ دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی کے انبیاء جو اس دنیا میں اپنے اخلاق و کردار، مقام و مرتبہ اور عزت و شرافت میں سب سے بلند تھے، انہوں نے دنیاوی گذر بسر کے لئے خود محنت کی اور اپنے ہاتھوں سے اپنی روزی کمائی تھی۔ اسی لئے حدیث شریف میں انسان کے لئے سب سے بہترین کھانا وہی قرار دیا گیا ہے جو وہ ہاتھ سے کما کر کھاتا ہے۔ نبی رحمت علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے:

سب سے بہتر اپنے ہاتھ کی کمائی ہے اور بے شک اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔[1]

ایک اور مقام پر ارشاد نبوی ہے: بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے جبکہ وہ خیر خواہی اور خلوص سے کام کرے۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قَالَ اللَّهُ ثَلاَثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِ أَجْرَهُ.[3]

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے میں قیامت کے دن تین آدمیوں سے مخاصمت کروں گا، ایک وہ آدمی جس نے میری قسم کھا کر کوئی عہد کیا پھر اس عہد کو توڑ دیا۔ دوسرا وہ آدمی جو کسی آزاد شخص کو بیچ کر اسکی قیمت کھا گیا۔ تیسرا وہ آدمی جس نے مزدور کو اجرت پر طلب کیا اس سے کام پورا لیا اور اس کو اجرت نہیں دی۔

یہ مزدور جو معاشرے کا اس قدر اہم رکن اور فضیلتوں کا حامل ہے، دیکھنا یہ ہے کہ آج بالخصوص پاکستان کے تناظر میں اس کی حالت کیا ہے اور یہ کن مسائل کا شکار ہے اور اسلامی اقتصادیات کا فلسفہ ان مسائل کو کیونکر حل کرتا ہے؟ اس بحث کو شروع کرنے سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ وطنِ عزیز میں مزدوروں کی تعداد کیا ہے اور وہ کن میادین میں قوم و ملت کی خدمات سر انجام دے رہے ہیں؟

مزدوروں کی کُل تعداد

پاکستان اکنامک سروے رپورٹ 2016 کے مطابق ملک کی کُل آبادی (۱۸ کروڑ) میں سے 50.69 حصہ مردوں پر مشتمل تھا اور سول لیبر فورس مکمل آبادی کا 45.31 فیصد تھی جس میں مردوں کی تعداد 34.36 فیصد اور عورتوں کی تعداد 10.86 فیصد تھی۔ اسی طرح پاکستان کی کل آبادی کا 42.56 فیصد افراد ملازمت پیشہ طبقہ تھا جن میں سے 32.65 فیصد مرد اور 9.89 فیصد خواتین تھیں اور بے روزگار افراد کی تعداد کل آبادی کا 69.2 فیصد تھی جبکہ ان میں مردوں کی تعداد 71.1 فیصد تھی اور عورتوں کی تعداد 9.70 فیصد تھی [4]۔

عمر کے لحاظ سے مزدوروں کی تعداد

لیبر فورس میں کم عمر بچے بھی پائے جاتے ہیں جنکی عمر ۱۰ سے ۱۴ سال کی ہے۔ اور یہ بات قابلِ ستائش ہے کہ انکی تعداد آہستہ آہستہ کم ہورہی ہے۔ ۲۰۰۴ء میں جو تعداد 18.45 فیصد تھی وہ کم ہوکر ۲۰۱۵ء میں 11.22 فیصد ہوگئی، جو یقینا حوصلہ افزا بات ہے۔ قابلِ تشویش بات یہ ہے کہ کام کرنے والی بچیوں کی تعداد اس عرصہ میں بڑھ گئی ہے۔ کام کرنے والی بچیوں کی تعداد ۲۰۰۴ء میں 6.69 تھی جو زیادہ ہوکر ۲۰۱۵ء میں 7.71 تک پہنچ گئی۔ ہلیبر فورس میں اکثریت نوجوان طبقہ کی ہے جن کی عمریں ۲۰ سے ۳۴ سال کے درمیان ہیں اور یہ پاکستان کی تعمیر و ترقی کے لئے بڑی خوش آئند بات ہے کہ نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد لیبر فورس میں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نوجوانوں میں کام کرنے کی صلاحیت زیادہ پائی جاتی ہے۔ نوجوان کام نمٹانے کی طاقت زیادہ رکھتا ہے۔ نوجوان طبقہ ذمہ داریوں کا کم بوجھ رکھنے کی وجہ سے بڑی عمر کے آدمی کی طرح معاشی فکر میں کم مبتلا ہوتا ہے، علاوہ ازیں نوجوان مزدور آدمی بنسبت بزرگ آدمی کے بوجھ اٹھانے کی صلاحیت زیادہ رکھتا ہے۔ لہذا ارباب حکومت کو چاہئے کہ وہ نوجوان طبقہ سے جتنا زیادہ ہوسکے فائدہ اٹھائے کیونکہ پاکستان کی طرح دنیا میں نوجوان طبقہ لیبر فورس میں اس قدر نہیں پایا جاتا۔[5]

شعبہ زراعت میں مزدوروں کی تعداد

پاکستان کی تقریبا ۶ کروڑ ۲۶ لاکھ کی لیبر فورس میں سے ۴۲ فیصد کا روزگار زرعی شعبے سے وابستہ ہے، اور ۷۰ فیصد ورک فورس غیر منظم شعبے سے وابستہ ہے اور ان کی ایک بڑی تعداد گھر مزدوروں کی ہے۔ ایک کروڑ ۸۰ لاکھ گھر مزدوروں میں خواتین محنت کشوں کی تعداد

۱ کروڑ ۵۰ لاکھ ہے لیکن پیداواری عمل میں حصہ لینے والے یہ گھر مزدور قانونی طور پر ورکر تسلیم نہ کیے جانے کی وجہ سے اپنے قانونی حقوق سے محروم ہیں۔[6]

ایک بڑا اسیکٹر جس کو کھیت مزدور کہا جاتا ہے تمام تر قوانین سے محروم ہے۔ ان مزدوروں کی زندگی غلاموں

سے بھی بدتر ہے۔ اس وقت پاکستان میں 5 لاکھ سے زائد کھیت مزدور کام کر رہے ہیں۔ جن کے لئے کسی بھی ٹریڈ یونین یا انسانی حقوق کی سماجی تنظیموں نے کام نہیں کیا۔ کھیت مزدور دیہاتوں میں زمینداروں کیساتھ نوکری کرتے ہیں۔ ان کی کوئی تنخواہ مقرر نہیں ہوتی بلکہ ایک سال کا معاہدہ ہوتا ہے اور وہ بھی زبانی۔ مثلا زمیندار کھیت مزدور کو فصلوں کو پانی لگانے، سپرے کرنے، ٹریکٹر چلانے اور جانوروں کو چارہ ڈالنے کی ذمہ داری دیتا ہے اور تنخواہ کی بجائے ایک سال کے لئے گندم کے دانے، دودھ وغیرہ دیتا ہے۔ اس کھیت مزدور کے کوئی اوقات کار نہیں ہوتے، اسے چوبیس گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے، چھٹی کا تو تصور بھی نہیں کر سکتے۔[7]

اسی طرح 45 ممالک میں کیے جانے سروے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ زرعی شعبہ سے وابستہ مزدوروں کی اجرتیں اس حساب سے نہیں بڑھیں جس حساب سے ان ممالک میں مہنگائی بڑھی ہے۔ اس رپورٹ سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ کھیت مزدور اپنی آمدن کا تقریبا 70 فیصد صرف خوراک پر خرچ کرتے ہیں۔ کم اجرتیں وصول کرنے کے علاوہ زرعی مزدور اکثر اوقات بے روزگار رہتے ہیں اور سالانہ اوسطا ان کو 175 دن کام ملتا ہے اور سال کا تقریبا ایک تہائی یہ فارغ رہتے ہیں۔ فصلوں کے دو سیزنوں کے درمیان گزارہ کرنا ان کے لئے خاصا مشکل ہوتا ہے کیونکہ ان دنوں میں ان کو فصلوں میں مزدوری نہیں ملتی۔ روزگار کے دنوں میں اوقات کار زیادہ ہوتے ہیں اکثر 45 گھنٹے ہفتہ وار۔[8]

صنعت میں مزدوروں کی تعداد

پاکستان میں مزدور صنعت و حرفت کے میدان میں محنت و مزدوری کر کے پاکستان کی تعمیر و ترقی میں انتہائی اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ۲۰۱۱ء میں انتہائی تربیت یافتہ ورکر ۶۹۷۴ تھے جنکی تعداد ۲۰۱۵ء میں بڑھ کر ۱۷۴۸۴ ہو گئی۔ اسی طرح اپنے متعلقہ کام میں مہارت رکھنے والے ورکر ۲۰۱۱ء میں ۳۰۱۸ تھے جبکہ ۲۰۱۵ء میں انکی تعداد ۷۸۵۳ ہو گئی۔ اسی طرح تربیت پانے والے ورکرز کی تعداد ۲۰۱۱ء میں ۱۷۱۶۷۲ تھی جو ۲۰۱۵ء میں بڑھ کر ۳۹۷۳۱۷ تک جا پہنچی۔ اگر ہم غیر تربیت یافتہ کام کرنے والوں کا جائزہ لیں تو ان کی تعداد میں بھی ہوشربا اضافہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ غیر تربیت یافتہ کام کرنے والے ۲۰۱۱ء میں ۲۰۱۹۸۲ تھے جنکی تعداد ۲۰۱۵ء میں ۳۷۲۲۸۱ تک جا پہنچی۔ ان اعداد سے معلوم ہوا کہ پاکستان میں جہاں مزدوروں کی تعداد بڑھی ہے وہیں غیر تربیت یافتہ مزدوروں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے جو کہ قابل ستائش نہیں ہے۔[9]

مزدور عورتوں کی تعداد

پاکستان میں وہ عورتیں جو صرف کپڑے کی صنعت میں کام کرتی ہیں ان کی تعداد 23 لاکھ ہے جو کہ

کپڑے کی صنعت میں مجموعی افرادی قوت کا 30 فیصد بنتا ہے۔ گارمنٹس اور ٹیکسٹائل کے شعبے میں کام کرنے والی عورتوں میں تقریبا 17 لاکھ عورتیں سلائی کے شعبے میں کام کرتی ہیں۔(10)

عورتوں کی سب سے زیادہ تعداد بطور ملازمت پیشہ زراعت میں ہے۔1980ء میں زرعی شماریات کے مطابق ۴۲٪ کاشتکار عورتیں ہیں جن میں سے 25 فیصد مکمل طور پر اور 76 فیصد جزوی طور پر کاشتکاری کرتی ہیں۔ تاہم ان خواتین کا ریکارڈ دستیاب نہیں جن کے پاس زمین نہیں ہے، اوراس مردم شماری میں ان خواتین کو بھی شامل کیا گیا جن کی زمین 5.7 ایکڑ سے بھی کم ہے اور وہ دوسروں کے لئے کام کرتی ہیں کبھی زراعت میں اور کبھی زراعت سے ہٹ کر۔(11)

مزدور بچوں کی تعداد

وہ بچے بھی لیبر مارکیٹ کا حصہ ہیں جن کی عمر ۱۰ سال سے ۱۴ سال کے درمیان ہے۔ لیکن یہ حصہ جو ۲۰۱۲ء میں 11.04 فیصد تھا کم ہو کر ۲۰۱۴ء میں 9.6 فیصد ہو گیا۔ لیبر فورس میں وہ نوجوان جن کی عمر ۱۵ سال سے ۱۹ سال تھی ۲۰۱۲ء میں ان کی تعداد 35.8 سے کم ہو کر ۲۰۱۴ء میں 33.5 فیصد ہو گئی۔ لیبر فورس میں وہ جوان کارکن جن کی عمر ۲۰ سے ۲۴ سال تھی ان کی تعداد ۲۰۱۲ء میں 53.1 فیصد سے کم ہو کر 52.6 فیصد ہو گئی۔ ابتدائی عمر کے نوجوان ورکرز کی تعداد میں کمی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ تعلیم کے مواقع بڑھ رہے ہیں جبکہ وہ مزدور جن کی عمریں ۵۵ سال سے ۵۹ سال ہیں ان کی تعداد 62.5 سے بڑھ کر ۲۰۱۴ء تک 63.4 پہنچ گئی۔(12) یونیسیف کی رپورٹ کے مطابق 9 .86 ملین بچے اور نوجوان جن کی عمر 10 سے 19 سال کے درمیان تھی، ۲۰۱۷ میں لیبر مارکیٹ میں سرگرم تھے۔ 58.2 ملین بچے وہ تھے جن کی عمر 10 سے 14 سال کے درمیان تھی، جبکہ ہزاروں بچے جن کی عمر 10 سال سے بھی کم تھی محنت مزدوری کرتے تھے۔ ادارہ شماریات پاکستان کی سروے رپورٹ ۲۰۱۰-۱۱ء کے مطابق لیبر مارکیٹ میں کام کرنے والوں میں سے 29.4 فیصد بچے وہ ہیں جن کی عمر 10 سے 14 سال کے درمیان ہے۔(13)

بھٹہ خشت مزدوروں کی تعداد

پاکستان میں تقریبا 1.8 ملین لوگ اینٹوں کے بھٹوں پر کام کرتے ہیں اور ان کا کام کرنا ٹھیکے پر ہوتا ہے۔ ٹھیکیدار مزدوروں سے معاہدہ کر کے ایڈوانس میں رقم (پیشگی) دیتے ہیں جس کو مزدور اپنے کام میں لاتے ہیں یا قرض اتارنے کی امید رکھتے ہیں۔(14)

بھٹہ خشت مزدوروں کی تعداد میں مسلسل اضافہ کے ساتھ ساتھ ان کی مشکلات بھی بڑھ گئی ہیں۔ روزنامہ دنیا نیوز کے مطابق اس وقت وطن عزیز میں تقریباً 18 سے 20 ہزار تک اینٹوں کے بھٹے موجود ہیں۔ جہاں سالانہ تقریباً 35 سے 45 ارب اینٹیں تیار ہوتی ہیں۔ جہاں ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً 40 سے 45 لاکھ بھٹہ مزدور کام کر رہے ہیں جن میں مرد، خواتین، بچے اور بوڑھے بھی شامل ہیں۔ مزدوروں کو ایک اینٹ بنانے کے تقریباً 50 پیسے ملتے ہیں۔ لیکن چونکہ اجرت بہت کم ملتی ہے اس لیے ان کے معاوضے کا 50 فیصد کٹوتی کی نذر ہو جاتا ہے اور یوں پیشگی لینے کی ضرورت روز افزوں ہوتی جاتی ہے اور بھٹہ مزدور ہر گذرتے ہوئے دن کے ساتھ جبری مشقت کی زنجیروں میں جکڑے جاتے ہیں۔[15]

مزدور کے مسائل اور اسلامی اقتصادیات کی روشنی میں ان کا حل

پاکستان میں مزدور درج ذیل مسائل کا شکار ہیں اور ان کا حل اسلامی فلسفہ اقتصاد میں حسبِ ذیل ہے:

تنخواہ کا کم ہونا

پاکستان میں مزدور کی اجرت بہت کم ہے، اور انفراسٹرکچر نے گزشتہ کئی سالوں کے دوران اجرتوں سے زیادہ قیمتوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ صرف چند فیکٹریوں نے مضبوط یونین تنظیموں کی وجہ سے کارکنوں کے اقتصادی معیار کو انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن کے مطابق برقرار رکھا ہے۔ وہ لوگ جو زراعت سمیت دوسرے روایتی پیشوں سے منسلک ہیں انہیں پاکستان میں بہت بری
حالت کا سامنا ہے۔[16]

اسی طرح 45 ممالک میں کیے جانے سروے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ زرعی شعبہ سے وابستہ مزدوروں کی اجرتیں اس حساب سے نہیں بڑھیں جس حساب سے ان ممالک میں مہنگائی بڑھی ہے۔ اس رپورٹ سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ کھیت مزدور اپنی آمدن کا تقریبا 70 فیصد صرف خوراک پر خرچ کرتے ہیں۔ کم اجرتیں وصول کرنے کے علاوہ زرعی مزدور اکثر اوقات بے روزگار رہتے ہیں اور سالانہ اوسطاً ان کو 175 دن کام ملتا ہے اور سال کا تقریبا ایک تہائی یہ فارغ رہتے ہیں۔ فصلوں کے دو سیزنوں کے درمیان گزارہ کرنا ان کے لئے خاصا مشکل ہوتا ہے کیونکہ ان دنوں میں ان کو فصلوں میں مزدوری نہیں ملتی۔ روزگار کے دنوں میں اوقات کار زیادہ ہوتے ہیں اکثر 45 گھنٹے ہفتہ وار۔[17]

2002ء میں ہوشربا مہنگائی کے دور میں کم از کم تنخواہ ایک تولہ سونا کی قیمت کے برابر مقرر کرنے کا کہا تھا لیکن ایسا نہ ہو سکا۔[18] وفاقی حکومت نے مالی سال ۲۰۱۹-۲۰۲۰ میں مزدور کی تنخواہ ۱۷،۵۰۰ روپے

مقرر کی ہے۔[19] اجرت کی یہ مقدار مہنگائی کے تناسب سے بہت کم ہے۔ وفاقی ادارہ شماریات کی سالانہ رپورٹ 18-2017ء کے مطابق غربت کی شرح 06-2005 ء میں 24.3٪ تھی جو کہ 2015.16ء میں 30.7٪ تک جا پہنچی جبکہ دیہاتی علاقوں میں سطح غربت اس سے بھی آگے چلی گئی ہے۔[20] اس رپورٹ سے پتہ چلتاہے کہ غربت کی سطح کم ہونے کی بجائے بڑھ رہی ہےاورلوگوں کے روزگار کے مواقع کم ہورہے ہیں، مہنگائی کم ہونے کی بجائے بڑھ رہی ہے تو اس صورت میں 17500 روپے اجرت سے ایک مزدوراپنے کنبے کاخرچہ کیسے پوراکرسکتاہے۔

اسلامی معاشرے میں اجرت کے تعین کے سلسلے میں حالات کو مدنظر رکھناہوگااوران حالات کاجائزہ لینامالک کی ذمہ داری ہے۔یہ نہیں کہاجاسکتاکہ مالک ازخودتوبہترین لباس زیب تن کرے، بہترین غذااستعمال کرےاورعالیشان محلات میں رہےاورہرقسم کاتعیش کاسامان اسے حاصل ہوجبکہ اس کے خادم اس قدر قلیل اجرت پائیں کہ روٹی کے بھی محتاج ہوں۔آجر، سرمایہ دار اورمالک کوحکم دیاگیا ہے کہ جورواج ہو،معاشرے کادستورہووہ اجرت مزدورکوفراہم کی جائے۔

اسلامی معاشرے میں اجرتوں کاتعین بھی یکسانیت کی بنیادپرنہیں ہوتابلکہ مختلف عوامل کارفرماہوتے ہیں کہیں تومختلف مزدوروں کے مابین تفریق کی وجہ تجربہ ہوتی ہےاورکہیں ان کی مختلف استعداد۔کیونکہ اگرہم فرض کریں کہ سب کی اجرتیں برابرکردی جائیں توکیاکارکردگی کامعیاراورمحنت کامعیار قائم رہے گایانہیں؟ جواب نفی میں آئے گاکیونکہ تجربات بتاتے ہیں کہ ایک جیسی اجرت کے اصول میں قطعی طورپرناکامی ہوئی ہے۔اس لئے معیشت کاسسٹم چلانے کے لئے ضروری ہے کہ جواچھاکام کرےاسے دوسروں کی نسبت معاوضہ بھی زیادہ ملے، لیکن یہ فرق کم سے کم ہو۔اسلامی معاشرے میں کسی بھی مزدورکواس نیت کے ساتھ کام سے محروم رکھناجائزنہیں کہ وہ زیادہ اجرت طلب کرتاہےاوراس سے سستامزدورآسانی کے ساتھ مل جاتاہے۔اسلام میں سختی سے ہدایات دی گئی ہیں کہ دونوں فریق ایک دوسرے کے حقوق وفرائض کالحاظ رکھیں۔[21]لیکن اس بات کالحاظ رکھاجائے کہ اس کی کم ازکم اجرت اتنی ضرورہونی چاہئے جوایک مزدوراوراس کے اہل خانہ کی بنیادی ضروریات پوری کرسکے۔خوراک،لباس غذا، تعلیم اوررہائش کے اندیشوں اورپریشانیوں سے چھٹکارادلانے کے ساتھ ساتھ مزدوراوراس کے بچوں کی صحت اورعلاج کے لئے بھی کافی ہو۔یہ آجرکی ذمہ داریوں میں سے نہیں کہ اجیرکی تمام ضروریات کالحاظ رکھے لیکن عدل اوراحسان کاتقاضایہی ہے کہ وہ اجیرکی ضروریات کوپوراکرنے کی کوشش کرے تاکہ اجیرصرف قوت لایموت تک محدودنہ رہے۔[22]

سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں اجرتوں کی تعیین کے حوالے سے مختلف نظریات کر فرمارہے ہیں۔ایک نظریہ طلب اور رسد کا ہے کہ دیگر اشیاء کی طرح جب مزدوروں کی رسد زیادہ ہو تو ان کی اجرت کم ہو جائے گی جب کہ طلب کی زیادتی اور رسد کی کمی کی سورت میں اجرت زیادہ ہوگی۔دوسرا نظریہ یہ ہے کہ مزدور کی اجرت بس اتنی کافی ہے جس سے اس کا گزارا ہو سکے۔[23] واضح رہے کہ طلب اور رسد پر مبنی اجرت مزدوروں میں انتقام اور بدلے کی صورتحال پیدا کرتی ہے جبکہ گزارے کے بقدر اجرت اول تو مبہم تصور ہے کہ گزارے سے کیا مراد ہے جبکہ دوسرا منفی پہلو اس کا یہ ہے کہ اس سے امیر اور غریب کے مابین احساس کمتری جنم لیتا ہے۔اسلام کا تصور اجرت عدل وانصاف پر مبنی کا جس کا حکم متعدد مرتبہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے (إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ)[24] بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔اس کا تقاضا یہ ہے کہ کاروبار و تجارت میں آجر واجیر میں سے ہر ایک صرف اپنے نفع کی بجائے ایک دوسرے کے نفع کا خیال رکھیں تاکہ اخوت و محبت کی فضا عام ہو جو کہ تمام مسائل کا حل ہے۔آجر از خود اس بات کا خیال رکھے کہ اجیر کی اجرت، آجر کے نفع کے برابر نہ سہی کم از کم اِتنی تو ہو کہ وہ باعزت متوسط درجے کی زندگی گزار سکے۔"مزدور کی اجرت زندگی کی بنیادی ضرورتیں (خوراک، لباس، رہائش) اس کے معیار کے مطابق فراہم کرنے کی حامل ہو۔ایسا نہ ہو کہ سرمایہ دار مزدور کی اجرت کم سے کم کرکے امیر سے امیر تر ہوتا چلا جائے اور محنت کش پر عرصہ حیات تنگ سے تنگ تر ہوتا چلا جائے۔یہ صورتحال ملکی معیشت، عوام الناس، معاشی و معاشرتی ترقی، پرسکون ماحول اور امن وآشتی کے لئے سم قاتل ثابت ہوگی۔"[25] تاہم جو بھی اجرت مقرر ہو تو وہ وقت پر دینا لازمی ہے کیونکہ مزدور کو اگر تنخواہ وقت پر نہیں ملے گی تو ضروریات زندگی کی تکمیل اور مشکل ہو جائے گی۔

حکومت کا اجرت مقرر کرنا

اجیر اور آجر کے درمیان اجرت کے اختلاف کو ختم کرنے کے لئے حکومت اگر چاہے تو کم از کم اجرت مقرر کر سکتی ہے تاکہ دونوں کے درمیان جھگڑے کی نوبت ہی نہ آئے۔شرعاً اجرت کے تعین کا معیار باہمی معاہدہ ہے۔یعنی باہمی رضامندی سے جو اجرت مقرر کر دی جائے وہ شرعا جائز ہے۔البتہ ہر فریق پر دیانۃً یہ واجب ہے کہ وہ دوسرے فریق کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر کوئی ایسی اجرت مقرر نہ کرے جو کارکردگی کے لحاظ سے ناکافی یا بہت زائد ہو، چنانچہ یہ آجر کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اجرت کے تعین کے وقت اس بات کا پورا لحاظ رکھے کہ اجیر کو اس کی کارکردگی کے مطابق مناسب اور کافی اجرت ملے۔دوسرے الفاظ میں قانونی طور پر اجرت کے تعین کا معیار اگرچہ باہمی معاہدہ ہے، لیکن اخلاقی طور پر اور دیانۃ اس کا معیار کارکردگی کی

نوعیت ہے۔ اور اگر کسی جگہ آجر اپنی اس اخلاقی ذمہ داری کو پورا کرنے کی بجائے مزدور کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر کم اجرت مقرر کرتے ہوں تو ایسی صورت میں حکومت کے لئے اس بات کی گنجائش ہے کہ وہ کم سے کم اجرت متعین کر دے۔ اس صورت میں آجروں پر اس کی پابندی قانونا بھی لازمی ہو گی۔[26]

اجرت میں ٹھیکیداری نظام

پاکستان میں پانچ لاکھ مزدور ایسے ہیں جو پاور لومز پر کام کرتے ہیں جبکہ باقی ہوزری، گارمنٹس وغیرہ میں کام کرتے ہیں اور اکثریت مزدوروں کی ٹھیکیداری نظام کے تحت کام کرنے کی وجہ سے مسائل کا شکار ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق صرف بیس فیصد مزدور مستقل بنیادوں پر کام کرتے ہیں بقیہ اسی فیصد میں سے آدھے یومیہ اجرت اور آدھے ٹھیکیداری نظام کے تحت کام کرتے ہیں۔ ٹھیکیداری نظام میں مزدور کو نقصان یہ پہنچتا ہے کہ ان کا مالکان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور مزدور براہ راست ٹھیکیدار کے ملازم ہوتے ہیں وہ اپنی مرضی سے اجرت دیتا ہے اور مرضی سے کام پر رکھتا ہے[27]۔ دوسرے یہ کہ اگر یہی مزدور فیکٹری یا کمپنی کے پے رول (Payroll) پر آنا چاہیں تو ان کی سابقہ ملازمت کا کوئی اندراج نہیں ہو پاتا اور انہیں بالکل نئے سرے سے ملازمت شروع کرنا پڑتی ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ وہ اس ٹھیکیداری نظام کا بھی جائزہ لے اور فیکٹری مالکان کو مجبور کرے کہ وہ مزدور و ملازمین کو اپنے پے رول پہ لیں تاکہ ان کی سالہا سال کی محنت رائیگاں نہ جائے اور ادھیڑ عمری یا بڑھاپے میں وہ دوبارہ نئے سرے سے معاش کا آغاز نہ کریں۔

اجرت کا عدم تعین

آجر اور اجیر میں کشمکش اور اختلاف کا ایک بڑا سبب تنخواہ اور اجرت کا عدم تعین ہے۔ مزدور کے لئے اجرت کی تعیین کام کرنے سے پہلے کر دی جانی چاہئے۔ بعض اوقات کارخانہ دار اور فیکٹری مالکان ایسا بھی کرتے ہیں کہ مزدور کی اجرت مقرر نہیں کرتے اور اس کی غربت سے فائدہ اٹھا کر یونہی کام پر لگا دیتے ہیں اور جب مزدور کام مکمل کر لیتا ہے تو اتنی اجرت نہیں دیتے جتنی دی جانی چاہئے، یا مارکیٹ کو دیکھ کر بہت کم اجرت دینے میں ایک گروپ کو راضی کر لیتے ہیں جس کا اثر تمام مزدوروں پر پڑتا ہے۔[28] دین اسلام نے اس طرح کے معاملات کو دھوکہ قرار دیا ہے اور خیانت سے تعبیر کیا ہے۔ اسلام کا مؤقف یہ ہے کہ کام پر لگانے سے پہلے مزدور کو اس کی اجرت بتا دی جائے چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

((استأجرت أجيرا فأعلمه أجره))[29] (جس شخص نے کسی مزدور کو اجرت پر رکھا اسے چاہئے کہ اس کی

اجرت پہلے بتائے۔)

جبری مشقت اور اس کا خاتمہ

جبری مشقت دور حاضر کا سلگتا ہوا مسئلہ ہے اور پاکستان بھی اس کا شکار ہے۔ پاکستان میں سب سے زیادہ جبری مشقت کا شکار مزدور سندھ اور پنجاب میں پایا جاتا ہے۔ زیادہ تر زراعت اور بھٹوں پر کام کرتے ہیں اسی طرح تعمیراتی اور مینوفیکچرنگ کے شعبوں میں بھی مصروف ہیں۔ عالمی طور پر غلامی کے متعلق انڈیکس بتاتے ہیں کہ 2014ء میں پاکستان میں تقریبا205820 افراد (ذہنی) غلامی یا غلامی کے حالات سے گزر رہے ہیں۔[30]

پاکستان دنیا کے تیسرے نمبر پر آتا ہے ان ممالک کی فہرست میں جہاں غلامی کی حالت میں جبری طور پر مشقت لی جاتی ہے اور 20 لاکھ لوگ جبری مشقت کا شکار ہیں۔ اور وہ شعبے جہاں پر جبری مشقت زیادہ پائی جاتی ہے وہ محکمہ زراعت اور اینٹیں پکانے کے شعبے کے ساتھ ساتھ تمباکو، کماد کی فصل اور پتھر کرشنگ کا شعبہ ہے۔ ان شعبوں میں پوری نسل کو غلام بنالیا جاتا ہے اور یہ دو شعبے (زراعت اور بھٹے) واجبی طور پر منظور شدہ ہوتے ہیں بچوں کو منفی طور پر متاثر کیا جاتا ہے کہ تمہارے کام کرنے کی وجہ سے پورا خاندان قرض سے نجات پا جائے گا اور والدین جانتے ہوئے بھی اپنے بچوں سے کام کرنے کا وعدہ لے لیتے ہیں۔[31]

واضح رہے کہ محنت مزدوری باہمی رضامندی کا معاملہ ہے اور زور زبردستی، دھونس دھاندلی سے کام لینے کی بالکل بھی اجازت نہیں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ۚ۔[32]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، لین دین ہونا چاہیے آپس کی رضا مندی سے۔

مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں کہ آپس کی رضامندی سے مراد یہ ہے کہ لین دین نہ تو کسی ناجائز دباؤ سے ہو اور نہ فریب و دغا سے۔[33]

ایک شخص کے پورے گھرانے کو زور زبردستی سے کام پر لگانا اور معاوضے میں ایک کچا مکان بلکہ جھونپڑی پر کفایت کروانا اور کھانے کے لئے صرف گندم دے کر احسان جتلانا کہاں کی باہمی رضامندی ہے؟

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی آزاد شخص کو بیچ ڈالا اور مزدور سے کام تو پورا کروایا مگر مزدوری نہ دی تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے جھگڑا کریں گے۔[34] جس سے اللہ تعالیٰ جھگڑا کریں تو ناکامی اور نامرادی اس کا مقدر ہے۔ نسلوں کو غلام بنالینا اور ان سے جبری مشقت لینا، آزاد شخص کو غلام بنانے

اور اس کی قیمت کھانے کے ہی مترادف ہے جس کی حدیث میں شدید وعید آئی ہے۔ علماء، خطباء، صحافی ودانشور، اسکالرز کو چاہیئے کہ وہ سماجی برائی کے خلاف تحریک چلائیں اور ارباب حکومت کو چاہئے کہ ان مظلوموں کو جاگیر داروں اور وڈیروں کے مظالم سے نجات دلائے اور جبری مشقت کا خاتمہ کرے۔

حسب استطاعت کام لینا

مزدور کی جسمانی اور ذہنی طاقت کو مد نظر رکھ کر اسے کام پر لگایا جانا چاہیئے اور یہ بھی لازم ہے کہ طاقت سے زیادہ مشقت طلب کام نہ دیا جائے۔ ہمارے معاشرے میں عام طور طور پر ایسا نہیں ہوتا، ہم اپنے کام کی تکمیل چاہتے ہیں چاہے اس میں مزدور کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ مزدور کے لئے وقت کے تعین کی قانون سازی کرنا پرانے مسائل میں سے ایک ہے۔ انیسویں صدی کی ابتداء میں اس بات کو تسلیم کیا گیا کہ زیادہ کام کرنا مزدور اور اس کے خاندان کے لئے صحت سے متعلقہ سمیت دوسرے مسائل بھی پیدا کر سکتا ہے۔ سن 1919ء میں آئی ایل او کنونشن میں پہلی بار مزدور کے لئے کام کرنے کے اوقات اور آرام کرنے کے وقت کو متعین کر دیا گیا۔ موجودہ دور میں تو آئی ایل او نے قوانین میں بہتری لاتے ہوئے ایک مکمل لائحہ عمل دے دیا ہے جس میں روزانہ کام کرنے کا وقت، روزانہ اور ہفتہ وار آرام کرنے کے اوقات سمیت سالانہ چھٹیاں بھی بتائی گئی ہیں۔ یہ ذرائع کارکنوں کی جسمانی اور ذہنی صحت کی حفاظت کرتے ہوئے اعلی پیداوار کو بھی یقینی بناتے ہیں۔[35]

اسلام کا فلسفہ اقتصاد یہ بتاتا ہے کہ مزدور و ملازم سے اس کی طاقت وصلاحیت سے بڑھ کر کام نہ لیا جائے۔[36] اسلامی معاشرہ ایک ایسا معاشرہ ہے جو انسان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ہر فرد کی ظاہری وباطنی ضروریات کو بھی مد نظر رکھتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو اس مظلوم طبقہ کے آرام اور صحت کا احساس کس قدر تھا اس کا اندازہ اس ارشاد نبوی سے لگایا جاسکتا ہے جو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ((وَلا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ))[37] (اوران پر ایسے کام کا بوجھ نہ ڈالو جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو، اوراگر تمہیں کبھی ایسا کرنا بھی پڑے تو پھر (ان کے شریک حال بن کر) ان کی مدد کرو۔)

اس حدیث میں اعانت کے دونوں مفہوم سمجھے جاسکتے ہیں ایک یہ کہ اگر انہیں کام زیادہ دینا ہے تو اس مشکل کام میں ان کا ہاتھ بٹا کر مدد کی جائے اور دوسرا مفہوم یہ کہ اضافی کام کا اضافی معاوضہ دے کر انکی مدد کی جائے۔

مزدوروں کی صحت کے مسائل

اسلامی معاشرہ ایک ایسے فلاحی نظام پر مشتمل ہے جس میں ہر انسان کی ضروریات، مسائل اور پریشانیوں کا قابل قبول حل پیش کیا جاتا ہے۔اسلامی معاشرے میں صحت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ صحتمند ہونا اللہ تعالی کا ایک قیمتی عطیہ تصور کیا جاتا ہے جس کی حفاظت فرض قرار دی گئی ہے۔ ملازم کی صحت کی حفاظت اور ذمہ داری اور اس کی نگہداشت مکمل طور پر مالک پر عائد ہوتی ہے۔ خاص طور پر وہ مزدور جو کسی کیمیکل فیکٹری میں کام کرتے ہیں وہ مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں، کوئی کینسر کا شکار ہے تو کوئی ہائپاٹائٹس کا، الغرض بہت سی ایسی صنعتیں ہیں جہاں کام کرنے کی وجہ سے مزدوروں کی صحت پر خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ ان کو بھائی بنا کر گلے لگالیں اور جو خود کھائیں پئیں اور پہنیں وہی انکو کھلائیں پلائیں اور پہنائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے وہ کھانا تناول نہیں فرماتے تھے جب تک کوئی حاجت مند آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک نہ ہو جاتا۔[38] نصوص شرعیہ سے یہ ثابت ہے کہ ہر وہ ضرورت بنیادی ضروریات میں داخل ہے جس کی تکمیل پر کسی انسان کی زندگی کی بقاء کا انحصار ہو اور جسکی عدم موجودگی میں انسانی زندگی کو کوئی خطرہ لاحق ہو یا اس کے ضیاع کا احتمال ہو۔[39]

وطن عزیز میں پیشہ ورانہ حفاظت اور صحت کے حوالے سے قانون سازی کی ضرورت ہے۔ صحت وحفاظت کو فروغ دینے کے لئے بنیادی ڈھانچہ ناکافی ہے۔ کام کرنے والے(ورکرز)زیادہ تر اپنے کام اور مصنوعات کے خطرات سے واقف نہیں ہوتے۔اور معیشت کے غیر رسمی اور غیر منظم شدہ شعبہ جات جیسے تعمیرات،زراعت اور چھوٹے اداروں میں کام کرتے ہیں۔[40]

آغاخان یونیورسٹی کی ایک حالیہ ریسرچ رپورٹ کے مطابق پاکستان کی 80 فیصد مزدور آبادی کام کے دوران اپنی صحت وسلامتی کا خیال نہیں رکھ پاتی۔ محنت کشوں کو روئی کی دھول کا سامنا کرنا پڑتا ہے جسکی وجہ سے وہ سانس کی بیماریوں، سینے کی جلن، سانس میں دشواری اور مسلسل کھانسی جیسی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔رپورٹ کے مطابق کراچی میں قائم 7 بڑی ٹیکسٹائل فیکٹریاں جن میں 9000 سے زائد محنت کش کام کرتے ہیں، ان میں سے تقریبا 300 محنت کشوں کے انٹرویو سے پتہ چلا کہ تقریبا 90 فیصد محنت کش ان پڑھ ہیں اور انہیں کام کرنے کے دوران صحت وسلامتی کے متعلق معلومات کم ہیں۔[41]

علاج کی غیر موزوں سہولت

علاج معالجہ تو حکومت کی ذمہ داری ہوتے ہے کہ وہ اپنے شہریوں کے لئے علاج کی عمدہ سہولیات میسر کرے مگر

وطن عزیز پاکستان میں ہر 1212 افراد کے لئے ایک ڈاکٹر موجود ہے اور 18010 افراد کے لئے ایک دانتوں کا ڈاکٹر، 1575 لوگوں کے لئے ہسپتال میں ایک بیڈ موجود ہے۔ بجٹ میں صحت کے لئے مقررہ رقم کا تقریبا 50 فیصد صرف دو منصوبوں پر خرچ ہو جاتا ہے۔ مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لئے ویلفیئر بورڈ کوئی دلچسپی نہیں رکھتا اور نہ ہی ریاستی ہسپتالوں میں غریب روح کو ایڈجسٹ کیا جاتا ہے کیونکہ غریبوں کے مفت علاج کے لئے ہسپتالوں میں بہت کم رقم مختص کی جاتی ہے۔(42)

اس کا ایک حل تو یہ ہے کہ فیکٹری مالکان اسلامی انشورنس کمپنیوں سے مزدوروں کی میڈیکل انشورنس کروائیں۔ علماء نے اس انشورنس کی اجازت دی ہے جو تعاون اور تناصر کے اصولوں پر مبنی ہو۔(43) دوسرا حل یہ ہے مزدوروں کی تنخواہی ہی میں سے معمولی معمولی رقوم ماہانہ منہا کر کے ان کی میڈیکل انشورنس کروادی جائے تا کہ اگر کسی مزدور پر بیماری کا امتحان و ابتلا آپڑے تو اس کے پاس کم از کم علاج کی سہولت تو میسر ہو۔

سماجی تحفظ مزدوروں اور کارکنوں کا انتہائی اہم مسئلہ ہے اور اس مسئلہ کی حساسیت پاکستان جیسے کمزور جمہوری ملک کے لئے اور بڑھ جاتی ہے۔ پاکستان میں کمزور جمہوریت کے ساتھ ساتھ بد انتظامی، تشدد، عدم اطمینان اور غیر قانونی طور پر قانون سازی کی صورت حال پائی جاتی ہے۔ قوانین نافذ نہیں ہیں اور معاشرے کے طاقتور طبقات مزدوروں کا معاملہ کنٹرول کرنے کی کوشش کرتے ہیں متاثرہ خاندان سے استحصال اور نفرت کرتے ہیں اور انہیں طبی سہولیات، حفاظت کے قوانین پر عمل کرنے سے محروم رکھا جاتا ہے۔(44)

چائلڈ لیبر، ایک اہم مسئلہ

پاکستان میں 78 ملین بچے پائے جاتے ہیں جن میں سے 25 ملین بچے غریب خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں، تشدد سے متاثرہ بچوں میں اضافہ ملنے کی اطلاعات ہیں۔ روایتی اور غیر روایتی انداز سے مختلف قسم کے بچوں پر تشدد کرنے کے مختلف طریقوں کو اپنایا جاتا ہے جن میں سے کچھ طریقے ثقافتی طور پر اور عدل و انصاف کے کمزور نظام کی وجہ سے معیوب نہیں سمجھے جاتے۔(45)

گھر مزدور بچوں کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اگرچہ وہ لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ وہ مسلسل استحصال کا شکار ہیں اور فروخت کیے جاتے ہیں۔ مارنا، گالی، جسمانی تشدد اور جنسی زیادتی کا شکار بھی بنایا جاتا ہے۔ یہ بدقسمتی ہے کہ پاکستان میں کسی پیشے میں اتنی اموات واقع نہیں ہوتیں جتنی اموات گھریلو ملازمین میں ہوتی

ہیں۔ جنوری 2010ء سے جون 2013ء تک ذرائع ابلاغ اور سول سوسائٹی تنظیموں کی طرف سے 41 کیسز درج کئے گئے، ان میں سے 19 بچے آجروں کے تشدد کی وجہ سے مر گئے۔[46]

سن 1996ء میں 3 ملین سے زیادہ بچے چائلڈ لیبر میں داخل ہو چکے تھے[47] اب (2019ء میں) ان کی تعداد یقینی طور پر بہت زیادہ ہو چکی ہو گی۔ سماجی انصاف کے ایک ادارے نے اندازہ لگایا ہے کہ سنہ ۲۰۱۳ میں ۲۶۴،۰۰۰ بچے پاکستان میں بطور گھریلو ملازم کام کرتے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر گھریلو مزدور بچے آجروں کے ساتھ ان کے گھروں میں رہتے تھے جس سے تشدد اور جنسی زیادتی کے خطرات اور بڑھ جاتے تھے۔ پاکستان میں 2009ء میں بچوں سے جنسی زیادتی کے واقعات کی تعداد 2012 تھی۔ گذشتہ سال کی نسبت اس سال میں جرائم کے واقعات میں ۹.۴ فیصد اضافہ دیکھنے کو ملا۔ تقریباً ۳.۳ بچوں کو روزانہ کی بنیاد پر جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا۔ نتائج سے پتہ چلتا ہے کہ ٪۶۷ لڑکیاں اور 32 فیصد لڑکے جنسی زیادتی کا نشانہ بنائے گئے۔[48]

قومی طور پر مزدور بچوں کا ریکارڈ نہ ہونے کی وجہ سے بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیمیں اور رفاہی ادارے پاکستان میں کم عمر مزدور بچوں کا ریکارڈ فراہم کرتے ہیں۔ آئی ایل او کے مطابق 2012ء میں پاکستان میں مزدور بچوں کی تعداد 12 لاکھ سے متجاوز تھی۔ اسی طرح بچوں کے حقوق کی تحریک (Child Rights Movement) کے اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ پاکستان میں تقریباً 9.86 ملین بچے اور نوجوان جن کی عمر 10 سے 19 سال کے درمیان تھی، ۲۰۱۱-۲۰۱۲ میں لیبر مارکیٹ میں سرگرم تھے۔ 58.2 ملین بچے وہ تھے جن کی عمر 10 سے 14 سال کے درمیان تھی، جبکہ ہزاروں بچے جن کی عمر 10 سال سے بھی کم تھی محنت مزدوری کرتے تھے۔ ادارہ شماریات پاکستان کی سروے رپورٹ 11-2010 کے مطابق لیبر مارکیٹ میں کام کرنے والوں میں سے 29.4 فیصد بچے وہ ہیں جن کی عمر 10 سے 14 سال کے درمیان ہے۔[49]

پاکستان میں گھریلو مزدوروں کے لئے کوئی باقاعدہ معاہدہ نہیں ہے جس سے آجر خوف زدہ ہو کر ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ بہت سے ایسے واقعات سامنے آ چکے ہیں کہ گھریلو ملازم بچوں کو نہ تو تنخواہ ادا کی جاتی ہے اور نہ ہی انہیں ایک عرصہ تک گھر جانے دیا جاتا ہے۔)

دین اسلام میں بچوں کے ساتھ حسن سلوک کا درس دیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بچوں کے ساتھ نرمی، محبت، عاطفت اور شفقت کا درس نہ صرف اپنی تعلیمات کے ذریعے دیا بلکہ عملی طور پر بچوں سے پیار و محبت کر کے اس چیز کو واضح کر دیا کہ اسلام میں بچوں کی بہت اہمیت ہے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان

ہے: ((**ليس منا من لم يرحم صغيرنا و يوقر كبيرنا**))[50] (جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔)

ایسے مواقع جہاں بے کس وبے آسرا لوگوں کو اپنا بچہ مزدوری پر لگانے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ اور وہ اپنی تعلیم ترک کر کے کسب معاش میں لگ جاتا ہے کیونکہ حالات ایسے بن جاتے ہیں کہ بچہ محنت و مزدوری کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا، وہ اپنی والدہ کا سہارا بننے کی کوشش کرتا ہے تو ان حالات میں بچوں کو مزدوری کرنا جائز ہے جیسے بدائع الصنائع میں ہے: "**فلأب أن يؤاجر إبنه الصغير من عمل من الأعمال**"[51] (والد کے لئے گنجائش ہے کہ وہ اپنے نابالغ لڑکے کو کسی کام پر ملازم رکھوائے۔)

اور ایسا کام جس سے بچوں کی نشو ونما پر کوئی فرق نہیں پڑتا اور انکی ذہنی صلاحیت واستعداد میں نکھار پیدا کرے وہ کام بچے کے لئے کرنے میں کوئی حرج نہیں، اگر بچے کو ٹیکنیکل تعلیم یا ایسے ہنر سیکھنے میں لگا دیا جاتا ہے جہاں تعلیم بھی ہے اور کسب معاش بھی، تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ اصل میں تعلیم ہے نہ کہ کسب معاش۔ اگر کسب معاش ساتھ ہے بھی تو اس کی حیثیت ضمنا ہے۔

بچوں کو مارنے کی ممانعت

فقہاء نے مارنے سے منع کیا ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: "**وليس للمستأجر أن يضرب الغلام، لأن صاحب الغلام لم يأذن له بالضرب، وإنما أذن له بالإستخدام، والضرب ليس من الاستخدام في شيء ولا ضرورة إليه أيضا، لأنه يمكن استخراج الخدمة من العبد بدون الضرب بالأئمة، فلا يصير الضرب مأذونا فيه وخرج على هذا فصل الدابة، فإن للمستأجر الدابة للركوب أن يضرب الدابة، لأنه لايمكن استخراج السير من الدابة بدون الضرب، فصار الضرب ثمة مأذونا فيه، أما ههنا بخلافه**"[52]

(مستاجر کے لئے جائز نہیں کہ وہ لڑکے کو مارے۔ کیونکہ اس کے سرپرست نے اسے مارنے کی اجازت نہیں دی بلکہ خدمت حاصل کرنے کے لئے دی ہے۔ اور مارنا خدمت کے لوازمات میں سے نہیں ہے اور نہ ہی بچے کو حصول خدمت کے لئے مارنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مستاجر بغیر مارے اس لڑکے سے خدمت لے سکتا ہے اس لئے مستاجر کو مارنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ ہاں اگر اسے کوئی شخص جانور دیتا ہے تب اگر مارنے کے سوا سواری نہیں ہو سکتی یا وہ جانور سے استفادہ مارے بنا نہیں کر سکتا تو مستاجر کو اجازت ہے کہ وہ جانور کو مار سکتا ہے لیکن مزدور لڑکے کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔)

چائلڈ لیبر سے متعلقہ قوانین کا حقیقی بنیادوں پر نفاذ وقت کی اہم ضرورت ہے کیونکہ ان قوانین کے باوجود بچوں کا استحصال ہو رہا ہے جبکہ صنعت کار اور آجر بچوں اور ان کے غریب والدین کی مجبوریوں سے بخوبی آگاہ ہیں اور اس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔[53]

تعلیم، ہر بچے کی ضرورت:

اسلام ہمیں ماں کی گود سے لے کر قبر تک پڑھنے کا حکم دیتا ہے، پہلی وحی حصول تعلیم کی طرف اشارہ کرتی ہے۔[54]۔ آئین کا آرٹیکل 25-اے پاکستان میں 5 سے 16 کی عمر کے تمام بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم کے حصول کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔ تمام بچوں کو تعلیم کے بنیادی حق کی فراہمی حکومت پاکستان ذمہ داری کی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں وفاقی اور صوبائی حکومتیں اس کی ذمہ دار ہیں۔

یہ آرٹیکل ملک میں تعلیم کی صورتحال میں بہتری لانے کی غرض سے مداخلت کرنے اور پالیسیاں وضع کرنے کے حوالے سے صوبائی حکومتوں کے لئے راہ ہموار کرتا ہے اس حوالے سے خواتین اور لڑکیوں سمیت خصوصی طور پر معاشرے کے کمزور طبقات میں تعلیم کے فروغ کے لئے مؤثر قانون سازی کو سہولیاتی امداد کے ساتھ ملایا جاسکتا ہے۔[55]

بچوں کی مزدوری سے متعلق حقوق پر عالمی سطح پر ان کے لئے معیارات پر زور دیا گیا ہے جیسا کہ آئی ایل او کے قانون میں واضح کیا گیا ہے کہ بچپن کا زمانہ ایسا ہے جس میں بچے کو کام کے لئے وقف نہیں ہونا چاہئے بلکہ بچوں کو جسمانی اور ذہنی سکون کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیم و تربیت، تفریحی اور سماجی سرگرمیوں پر زور دینا چاہئے۔[56]

ایک سروے کے مطابق جو کہ 16 سال سے کم عمر افراد پر مشتمل ہے۔ ملتان اور پشاور میں سب سے زیادہ بچوں کی تعداد ہے جو سڑکوں پر رہتے ہیں اور ان کی عمریں 6 سال سے بھی کم ہیں۔ تاہم سروے کے مطابق اسلام آباد، کراچی، پشاور اور کوئٹہ میں بچوں کی زیادہ تعداد غیر آباد اور بے گھر کنبوں سے تعلق رکھتی ہے۔ جب سروے میں بچوں کے والدین سے سوالات کیے گئے تو پتہ چلا کہ سڑکوں پر بھیک مانگنے والے بچوں کے والدین زیادہ تر ان پڑھ اور ماہانہ آمدنی 10 ہزار سے بھی کم رکھتے ہیں۔[57]

خواتین کے مسائل

عورت کا معاشی استحصال

وہ خواتین جو تعلیم یافتہ اور عمدہ ڈگری ہولڈرز ہیں، مثال کے طور پر ڈاکٹر، ٹیچر اور جج وغیرہ، ان کی صورتحال تو

بہت بہتر ہے لیکن مزدوری کے میدان میں یہ صورتحال بدتر ہے۔ مزدور مردوں کے ساتھ مزدور عورتیں بھی کم اجرت لے کر کام کرنے پر مجبور ہیں، ملک میں جاری جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام معیشت کی وجہ سے آج بھی دو کروڑ سے زیادہ عورتیں غیر منظم شعبہ میں صورتحال میں کام کر رہی ہیں، ان کی اجرتیں نہ ہونے کے برابر ہیں اور اوقات کار نہایت طویل ہیں۔ عورتوں پر تشدد کی ایک ایسی قسم جس کو لوگ ماننے کو تیار نہیں ہیں وہ ہے معاشی تشدد۔ عورتوں کو ہر طرح سے معاشی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور ان کا معاشی طور پر استحصال کیا جاتا ہے۔ عورت کو نہ تو جائیداد میں کوئی حصہ دیا جاتا ہے اور نہ ہی معاشی طور پر مستحکم ہونے کے لئے مناسب تعلیم وتربیت دی جاتی ہے۔ اسی طرح جب عورت گھر سے باہر نکل کر مزدوری کرنے کے لئے جاتی ہے تو وہاں بھی اس کو معاشی استحصال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں کم اجرت دی جاتی ہے اور حکومت کی طرف سے مزدور قوانین کہیں بھی لاگو نہیں کیے جاتے۔[58]

2011ء میں گھروں میں رہ کر کام کرنے والی خواتین کے متعلق سروے کیا گیا جس میں ان سے سماجی، سیاسی اور معاشی زندگی کے حوالے سے گفتگو کی گئی تو پتہ چلا کہ گھروں میں رہ کر کام کرنے والی خواتین کی اکثریت کپڑوں کی سلائی، جوتے سلائی، کڑھائی، کمپیوٹر کے پرزے الگ کرنا، چلغوزے چھیلنا، کھلونے بنانا وغیرہ کے کام کر رہی ہیں۔ ان ورکرز کو بہت سے مسائل درپیش ہیں جن میں کم اجرت، تعلیم کی کمی، مارکیٹ تک رسائی نہ ہونا، سوشل سکیورٹی اور دوسری مراعات کا نہ ملنا ہے۔ ان مزدوروں کو سب سے زیادہ درپیش مسئلہ صحت وحفاظت کے مسائل ہیں۔ صحت وحفاظت کا مقصد کام کرنے کی جگہ اور ماحول کو محفوظ بنانا ہے۔ مزدوروں کو مشینوں اور کام کے دوران استعمال ہونے والے اوزاروں کے بارے میں آگاہی دینا شامل ہے۔[59]

غیر رسمی شعبہ میں سب سے زیادہ اور بدترین استحصال کا شکار وہ محنت کش عورتیں ہیں جو پیداواری عمل اپنے گھروں میں انجام دیتی ہیں۔ یہ گھر مزدور محنت کش عورتیں دیگر غیر رسمی شعبہ کے مزدوروں کی طرح قانوناً ورکرز تسلیم نہیں کی جاتیں اور نہ ہی انہیں کوئی ریاستی سطح پر سماجی تحفظ حاصل ہے۔ یہی صورتحال چوڑی کی صنعت سے وابستہ 6 لاکھ سے زائد گھر مزدور عورتوں کو بھی درپیش ہے وہ انتہائی کم معاوضہ لیکر بارہ سے چودہ گھنٹے کام کرنے پر مجبور ہیں۔ دیہاتوں میں بھٹوں پر اینٹیں بنانے سے لیکر کھیتوں میں معمولی اجرت پر مشقت کرنے والی خواتین معاشی طور پر غیر یقینی صورتحال سے دوچار ہیں۔ ان کو معین اجرت نہیں دی جاتی

بلکہ اپنی مرضی سے بیگار لیکر معاوضہ ادا کیا جاتا ہے۔ مالکان جب چاہیں ان کو فارغ کر سکتے ہیں۔ دیہاتی علاقوں میں صورتحال عجیب تر ہے جہاں معاوضہ کی نوعیت رقم کے علاوہ جانوروں کے لئے چارہ، تین وقت کا کھانا اور عیدین پر ایک ایک جوڑا کپڑوں کا ہوتا ہے، کھیتوں میں بوائی سے لیکر فصل کی تیاری تک عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ بلکہ ان سے زیادہ مشقت طلب کام کرتی نظر آتی ہیں مگر فصل کاٹنے کے وقت بھی انہیں صرف اتنی ہی ادائیگی کی جاتی ہے جس سے چند دن دو وقت کی دال روٹی چل سکے۔ [60]

اسلام میں عورتوں کا مقام

دینِ اسلام نے عورت کو ماں، بیٹی، بہن کو ہر طرح سے عزت دی ہے اور بیوی کے بارے میں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((فَاتَّقُوااللَّهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ، بِأَمَانَةِ اللَّهِ)) [61]

(اللہ تعالی سے عورتوں کے معاملے میں ڈرو کیونکہ وہ تمہارے پاس اللہ تعالی کی طرف سے بطور امانت ہیں۔)

اسلامی نقطہ نظر سے لڑکی اور عورت کا عمومی طور پر خود کو کام کرنے کے لئے مکلف کر دینا صحیح نہیں ہے کہ وہ اس وجہ سے کمائے کہ اس نے خود پر، اپنے والدین، بھائی یا شوہر پر خرچ کرنا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس نے ازدواجی زندگی میں گھر کے اوپر بہت سے ضروری اور اہم کام کرنے ہوتے ہیں جن میں سے ایک بچوں کی تربیت کرنا شامل ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے خود کو دوسرے مردوں کے دھوکہ، فریب اور مکر سے بچا کے معاشرے میں عزت کے ساتھ رہنا ہوتا ہے [62] لیکن اسلام نے عورت کو تعلیمی اور اقتصادی طور پر مکمل حقیقی حقوق عطا کیے ہیں اور اس بات کی قطعی طور پر اجازت نہیں دی گئی کہ ان پر کسی قسم کا تشدد یا ظلم کیا جائے، اسلام عورت کی ہتک عزت کو حرام قرار دیتا ہے، اسلام میں اسکی نسوانیت و خوبصورتی کا استحصال کرنے سے منع کیا گیا ہے (جیسے آجکل الیکٹرانک میڈیا میں اشیاء کی فروخت کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے) اسلام نے عورت کو جو عزت دی دوسرے معاشروں میں اس طرح سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

مرد و عورت دونوں کو بقدر کام مساوی اجرت لینے کا حق حاصل ہے۔ (عام طور پر اسے مساوی تنخواہ کہا جاتا ہے) مرد و عورت کو نہ صرف مساوی تنخواہ ملنی چاہئے جب وہ ایک جگہ یا ایک جیسا کام کر رہے ہوں بلکہ اس وقت بھی برابر تنخواہ ہونی چاہئے جب ایک ہی مقصد کے حصول کے لئے کام کر رہے ہوں چاہے کام کی نوعیت مختلف ہی کیوں نہ ہو۔ [63]

اگر ہم اسلامی اقتصادیات کی روشنی میں جائزہ لیں تو مزدور کو نہ صرف پوری اجرت دینے کی تاکید کی گئی ہے بلکہ

اسے فوری اجرت ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ.))[64] (مزدور کو اسکی مزدوری دو اسکا پسینہ خشک ہونے سے پہلے۔)

اس حدیث میں ایک باریک نقطہ پایا جاتا ہے کہ "أعطوا الأجير أجره" فرمایا نہ کہ أعطوا الأجير أجرا، اس سے معلوم ہوا کہ مزدور کو صرف اجرت نہیں بلکہ اس کے کام اور محنت کے مطابق پورا پورا حق اور معاوضہ دیا جائے۔ اور اجرت بھی اتنی ہونی چاہیے کہ اس کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ کیونکہ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ مزدور اس ڈر سے خاموش رہتا ہے اور کم اجرت لینے پر اکتفا کر لیتا ہے کہ اگر میں بولا تو جو اجرت مجھے مل رہی ہے وہ بھی جاتی رہے گی۔ اسی لیے آجر کو ہی بذات خود اس چیز کا خیال رکھنا پڑے گا کہ کہیں میں کم مزدوری دے کر اجیر کے ساتھ زیادتی تو نہیں کر رہا۔

فقہ اسلامی کی روشنی میں اگر اس قانون کا جائزہ لیا جائے تو اسلام اس چیز کو واضح کرتا ہے کہ عورت کے ساتھ صنفی برتاؤ نہ کیا جائے اور نہ ہی اسلام نے عورتوں کے کام کرنے اور کمانے پر کوئی قدغن لگائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں صحابیات مختلف معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیتی نظر آتی ہیں۔[65]

مزدور عورتوں کی عزت کا مسئلہ

گھر میں کام کرنے والی بیس خواتین کے انٹرویو کئے گئے جنکی عمریں 14 سے ۳۰ درمیان تھیں ان میں سے 90 فیصد کو جسمانی طور پر ہراساں کیا گیا۔ نو فیصد نے جسمانی ہراسگی سے متعلق کسی قسم کی معلومات کا تبادلہ نہیں کیا۔ زیادہ تر گھروں میں کام کرنے والی خواتین دیہاتوں سے شہروں کی طرف منتقل ہوتی ہیں اپنی زندگی کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے۔ انہیں عام طور پر وہ شہری علاقے ملتے ہیں جہاں فیملی ارکان کی تعداد 7 سے 8 تک ہوتی ہے۔ وہ سخت اور مشکل حالات میں رہتے ہیں، ان خواتین کے لئے زندگی انتہائی مشکل ہوتی ہے جو گھریلو نوکرانیاں بن کر نام نہاد شریف گھرانوں میں جاتی ہیں۔ ان خواتین کی نا ختم ہونے والی کہانیاں ہیں جنسی ہراسگی کے متعلق، یہاں تک کہ انہیں اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا ہے یا گھر کے سربراہ کی طرف سے انہیں زیادتیوں کا سامنا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ایک رات کے لئے اجنبی کے ہاتھوں انہیں فروخت کر دیا جاتا ہے۔[66]

خواتین اورلڑکیاں اوروہ جوان کے حقوق کی آواز بلند کرتے ہیں، وہ گھر اور گھر سے باہر بغض اور تشدد کا سامنا کرتے ہیں۔ انسانی حقوق کی تنظیموں نے ہزاروں کی تعداد میں کیسز اپنی دستاویزات میں ذکر کیے ہیں اور خاص طور پر جرائم کے لحاظ سے پنجاب آگے ہے۔ ان مقدمات میں گھریلو تشدد، ریپ اور قتل جیسے سنگین نوعیت کے جرائم شامل ہیں۔[67]

عورتیں اورلڑکیاں تشدد اور دھمکیوں کا سامنا کرتی رہتی ہیں، عورتوں اورلڑکیوں کے خلاف تشدد کے کم از کم 4308 مقدمات 2015ء کے ابتدائی چھ مہینوں میں درج کیے گئے۔[68]

روزنامہ نوائے وقت نے ایمنسٹی انٹرنیشنل کے حوالے سے رپورٹ جاری کی کہ پاکستان میں 35 فیصد گھریلو ملازم جن میں چھوٹے بچے بھی شامل ہیں انہیں تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ پاکستان کی 19 کروڑ عوام (جو بڑھ کر اب 22 کروڑ ہوگئی ہے) میں سے 45 فیصد ایسا متوسط طبقہ ہے جو غربت بیروزگاری کے باعث اپنے بچوں کی کفالت نہیں کرسکتے، وہ اپنے بچوں کو بااثر افراد کے ہاتھوں فروخت کردیتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں 35 فیصد ایسے بااثر افراد ہیں جن کا تعلق عدلیہ، وکلاء، وزراء اور سیاسی لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے گھریلو ملازمین پر انسانیت سوز تشدد کرتے ہیں۔[69]

عورتوں اور بالخصوص کام والی عورتوں میں تشدد کے واقعات کی روک تھام نہایت ضروری ہے۔ اس کی بنیادی وجہ عوام الناس کا معاشرتی حدود و قیود سے آزاد ہونا اور بے راہ روی کے ماحول کا سازگار ہونا ہے جس میں نہ کوئی روک ٹوک ہے اور نہ ہی قدغن و پابندیاں۔ ظاہری بات ہے کہ جب عوامی اور حکومتی سطح پر ان عوامل کو سختی سے نہیں روکا جائے گا جو خواتین پر تشدد کے لئے مددگار ثابت ہوتے ہیں تو ان حالات میں ایسا امر بالمعروف جس میں نہی عن المنکر نہ ہو، کارگر نہ ہوگا اور نہ ہی قانون سازی اس مرض کا مداوا کرسکے گی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ خواتین پر تشدد کے روک تھام کے لئے شروع سے اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ اُس ماحول کو بھی درست کیا جائے جو خواتین پر تشدد کے لئے بہترین مواقع مہیا کرتا ہے اور بالخصوص وہ خواتین جو روزگار کی محتاج ہوتی ہیں، ان پر تو یہ تشدد نہایت آسان معلوم ہوتا ہے۔

بچوں کی پرورش کا مسئلہ

دوران حمل زچگی کی حفاظت کے لئے آئی ایل او کنونشن اس چیز کی سفارش کرتا ہے کہ بچے کی پیدائش سے پہلے اور بعد میں 16 ہفتوں کی چھٹی ہونی چاہئے جس میں سے 8 ہفتے کم از کم ممکنہ ڈیلیوری کی تاریخ سے پہلے دینے چاہئیں۔ دوران حمل اور خاص وقت کا دورانیہ جو کہ 16 ہفتوں کا ہوگا اس میں میڈیکل

سرٹیفیکٹ بھی پیش کرنا ہو گا۔(70)

کام کرنے والی خواتین کے لئے ملازمت، محنت اور مزدوری ایک معاشی مسئلہ ہوتا ہے اور اولاد پرورش اور تربیت بھی نہایت ضروری ہوتی ہے۔وہ یہ بھی چاہتی ہیں کہ کام کے دوران ان کا بچہ تندرست ماحول میں رہے۔بیک وقت دو اہداف کا حصول مشکل ہوتا ہے۔شاید یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام نے معاش کی ذمہ داری مرد کے سر ڈالی ہے لیکن بوقت ضرورت عورت کو ملازمت، محنت، مزدوری کی اجازت بھی دی ہے، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ملازمت پیشہ خواتین کی ملازمتوں کو اس طریقے سے ڈیزائن کیا جائے کہ حمل، زچگی اور بچوں کی پرورش جیسے مسائل میں رکاوٹیں نہ کھڑی ہوں۔اس سلسلے میں طویل المیعاد منصوبہ بندی کی جائے اور خواتین کی ملازمت کے مسائل کو اسلامی نقطہ ہائے نظر سے حل کیا جائے۔مرد و عورت میں یکسانیت جب فطری طور پر نہیں ہے تو عملی میدان میں جب دونوں کو برابر کر دیا جائے گا تو مسائل جنم لیں گے۔

نتائج وسفارشات

(1) اسلام چونکہ سرمائے کو کسی بھی صورت میں چند ہاتھوں میں محدود کر دینے کو پسند نہیں کرتا اس لئے جب سرمایہ مختلف ہاتھوں میں گردش کرے گا تو روزگار کے مواقع پیدا ہونگے۔

(2) یہ بات صرف دین اسلام نے کی ہے کہ اگر دوسرا مزدور نہیں رکھ سکتے تو خود مل کر اس کے ساتھ کام کرلو جبکہ کسی اور نظریہ نے اس طرح کی تعلیمات نہیں دیں۔

(3) دینِ اسلام نے مالک کو مزدور کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ مزدور کو بھی ہدایت کی ہے کہ اتنا کام کرے جتنا اسکی طاقت۔

(4) جن ضروریات ومسائل کو آج کا مزدور سامنا کر رہا ہے ان کا ذکر فقہ کی پرانی کتب میں نہیں ملتا۔لہذا علماء کو اجتہادی طور پر مسائل کا حل پیش کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

(5) اسلام نے خواتین کو بھی معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت دی ہے، جب باپردہ رہ کر مخلوط ماحول سے بچ کر کام کریں اور گھریلو زندگی پر کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔

(6) شریعت میں بغیر کسی سخت ضرورت کے بچوں سے محنت لینا ممنوع ہے اگر کسی مجبوری کی بنا پر لڑکا مزدوری کرتا ہے تو اسکی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرنا لازمی امر ہے۔

(7) نبی اکرم ﷺ نے مزدور وملازم کو بھی اس بات کی تلقین فرمائی کہ خواہ مخواہ اتنی محنت ومشقت نہ کرے کہ اپنے آپ کو ہلکان کر دے بلکہ اپنے آرام وراحت کا بھی خیال کرے۔صحت وتندرستی کے ہوتے

ہوئے زیادہ کمائی کے مواقع ملتے رہیں گے، جبکہ بیماری اور تھکاوٹ کے ساتھ جو کچھ ابھی موجود ہے بیماری کے بعد اس کے بھی چھن جانے کا خطرہ ہوگا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ((اكْلَفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ))[71] (کام کرتے وقت اتنی ہی تکلیف برداشت کرو جتنی طاقت رکھتے ہو۔)

حواشی

([1]) صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعمله بیده، دارالطوق النجاۃ، بیروت، 1422ھ، طبع اول، رقم الحدیث: 2072

([2]) ایضا، رقم الحدیث: 8412

([3]) مسند احمد بن حنبل، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ، ۲/۳۵۸

([4]) Pakistan Economic Survey 2015-16, Page:146

([5])Pakistan Economic Survey 2015-16, Page:151

([6])روزنامہ ایکسپریس لاہور، رپورٹر: مشتاق علی خان، یکم مئی ۲۰۱۸ء، ص: ۱۵

([7])ماہنامہ لیبر ایجوکیشن، اشاعت نمبر ۱۰۹، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن لاہور، اکتوبر 2014ء، ص: 15

([8])پنجاب میں خواتین زرعی مزدوروں کی اجرتوں کا جائزہ، اسد شاکر، ساؤتھ ایشیا پارٹنرشپ، پاکستان، رائیونڈ روڈ لاہور، اپریل 2010ء، ص: 11

([9]) Pakistan Economic Survey 2015-16, Page:216

([10]) ماہنامہ لیبر ایجوکیشن، اشاعت نمبر ۷۱، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن لاہور، جولائی 2011ء، ص: 09

([11]) Role of Women in Economic Development of Pakistan, Qmar Jehan,Page:54 (Thesis submitted to University of Balochishtan Quetta.2000 A.D)

([12]) Pakistan Economic Survey 2015-16, Page:206

([13]) Situation Analysis of Children in Pakistan(UNICEF) 2017, Page 113

([14]) Annual Labour Report 2013, Labour Education Foundation, Lahore,Page: 12

([15]) روزنامہ دنیا، سنڈے میگزین، ملتان، 26 مئی 2019

([16]) The Association for Asian Studies, Labor problems of Pakistan, val. 16, No.4 (August,1957), Dr, Nikki R. Keddie, page:577

([17])پنجاب میں خواتین زرعی مزدوروں کی اجرتوں کا جائزہ، اسد شاکر، ساؤتھ ایشیا پارٹنرشپ، پاکستان، رائیونڈ روڈ لاہور، اپریل 2010ء، ص: 11

([18])اداریہ خبرنامہ ورکنگ وویمن آرگنائزیشن، جولائی، اگست ۲۰۰۲ء، لاہور

([19]) ڈان نیوز، ۱۱ جون، ۲۰۱۹

([20])-Pakistan Economic Survey 2017-18, Page:245

([21]) اصول الاقتصاد الاسلامی، رفیق یونس المصری، دارالقلم دمشق، ۱۹۹۳ء، طبع دوم، ص: ۲۰۳، ۲۰۴

([22]) اسلامی قانون محنت واجرت، مولانا مجیب اللہ ندوی، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ، لاہور، ص:۱۰۶

([23]) اقتصادیات اسلام، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور، طبع2، 2007، ص:742

([24])سورۃ النحل:۹۰

([25]) اقتصادیات اسلام، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور، طبع2، 2007، ص:742

([26]) فتاوی عثمانی، مفتی محمد تقی عثمانی، ترتیب: مولانا محمد زبیر حق نواز، فتوی نمبر:761، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، طبع 2010ء، ص:386

([27]) لوک سجاگ، عبدالصبور نین رپورٹر، مورخہ یکم مئی ۲۰۱۷

([3]) Global Wage Report 2016/17 Wage inequality in the workplace

([29]) سنن نسائي، امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی، (۳۰۳ھ) تحقیق: ڈاکٹر عبدالغفار سلیمان بنداری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط۱، ۱۹۹۱ء، رقم الحدیث:3857

([30]) The State of Pakistan's Children ,SPARC, April 2017, Page162

([31]) - قومی کمیشن برائے انسانی حقوق پاکستان رپورٹ، 25 جنوری، 2019

([32]) - سورۃ النساء:۲۹

([33])تفہیم القرآن،سورۃ النساء،حاشیہ نمر ۵۰

([34])صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعمله بیده، دارالطوق النجاۃ، بیروت، 1422ھ، طبع اول ،حدیث نمبر : ۲۲۲۷

([35]) RULES OF THE GAME, A brief introduction to International Labour Standards, Revised Edition 2014, International Labour Organization, Geneva, Page:65

([36]) قانون العمل، عصام انور سلیم، ۲۰۰۲ء، طبع ثانی، منشأۃ المعارف، اسکندریہ، ص:۵۱۰

([37]) صحيح البخاري، رقم الحدیث:2545

([38]) صحیح بخاری، كتاب الأطعمة، باب المؤمن يأكل في معي واحد، 5/61-2، رقم:5078

([39])اسلامی معیشت کے چند نمایاں پہلو، محمد فہیم عثمانی، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1975ء، ص:51

([40]) Annual Report of CIWCE & IRI, Lahore, Pakistan-2010, Page:01

([41]) ماہنامہ لیبر ایجوکیشن، اکتوبر 2016ء، ص:01

([42]) Annual Labour Report 2010, Labour Education Foundation, Lahore,Page: 83

([43]) اس موضوع پر مفصل مواد کے لئے دیکھئے:

([44]) Annual Labour Report 2011, Labour Education Foundation, Lahore,Page: 10

([45]) SAHIL Annual Report 2011, F-8 Markaz Islamabad 13, September, 2011, page:01

([46]) The unending plight of child domestic workers in Pakistan,SPARC, Page:3

([47]) PAKISTAN ANNUAL REPORTP:2007, United Nations Children's Fund (UNICEF) Pakistan, Street 5, DiplomaΘc Enclave Sector G-5, Islamabad Pakistan,page:37

([48]) SAHIL Annual Report 2010, F-8 Markaz Islamabad 29, September, 2010, page:15

(49) Child Rights Movement (CRM) Pakistan (2012). Universal Periodic Review (UPR) Pakistan (p#6)

(50) مسندأبي يعلى، أحمد بن علي بن المثنى أبويعلى الموصلي التميمي، دار المأمون للتراث، دمشق، طبع اول، ۱۹۸۴ء، ۷/۲۳۸

(51) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي(متوفى:۵۸۷ھ)، دار الكتب العلمية، طبع ثانی، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء، ۴/۱۷۷

(52) المحيط البرهاني، ص:۳۰۶

(53) محنت کشوں کے حقوق، نیاز علی نیاز، روزنامہ نوائے وقت، لاہور، جمعرات، 2 مئی 2003ء، ص:6

(54) اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ. سورۃ العلق،الآية1.

(55) پاکستان میں تعلیم نسواں، سپارک(این جی او)، F-10 اسلام آباد، س ن، ص:5

(56) Fundamental Rights at work and international Labour Standards International Labour Office Geneva, First published 2003,Page:91

(57) نوعمروں کے لئے نظام انصاف کا آرڈیننس 2000ء، سوسائٹی برائے تحفظ حقوق اطفال، نومبر 2006ء، چوتھا ایڈیشن، ص:02

(58) ماہنامہ لیبر ایجوکیشن، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن لاہور، اشاعت نمبر 80، رپورٹر: شمائلہ وارث، شمارہ اپریل 2012ء، ص:03

(59) ایضا، ص:04

(60) آئمہ محمود، نوائے وقت لاہور، یکم مئی، 2015ء، ص:16

(61) سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب برالوالد والاحسان الی البنات، مكتبة أبي المعاطي، بیروت، ۲/۱۰۲۲

(62) المرأة بين الفقه والقانون، ڈاکٹر مصطفی سباعی، دارالسلام، قاہرہ، ۲۰۱۰ء، طبع رابع، ص:۱۱۴

(63) Equal Pay, An introductory guide, Martin Oeiz, Shauna Olney, Manuela Tomei, International Labour Organization, Geneva,2013, page:02

(64) مسند أبي يعلى، احمد بن علی بن مثنی، دار المأمون للتراث، دمشق، ۱۴۰۴ھ، ۱۹۸۴ء، طبع اول، رقم الحدیث: 6682

(65) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: عہد نبوی میں صحابیات کی معاشی سرگرمیاں، عصر حاضر کی خواتین کے لئے مشعلِ راہ، ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی، ششماہی مجلہ البصیرہ نمل یونیورسٹی اسلام آباد، جلد 7 شمارہ 1، جون 2018، ص 1 تا 23۔

(66) Situational Analysis in Sexual Harassment at the work place. AASHA(Alliance against sexual Harassment at the workplace) F-8/3 Islamabad, Page:08

(67) AmnestyInternationalReport2009,Page:202

(68) Amnesty International Report 2015/16, page: 283

(69) روزنامہ نوائے وقت لاہور، جمعرات، 9 فروری، 2017ء

(70) Guide to International Labour Standards,2014,I.L.O, Geneva,page:103

(71) سنن نسائی، دارالكتب العلمية، بيروت، 1991م، رقم الحدیث:754